سید محمد جعفری کی ظریفانہ شاعری میں سیاسی اور سماجی ناہمواریاں

Political and social inequalities in the subtle poetry of Syed Muhammad Jafari

ڈاکٹر عمارہ اقبال [i]

Abstract:

Syed Muhammad Jafari's style is unique in progress and prosperity of the witty poetry in Urdu. Syed Muhammad Jafari's critical approach, deep sense of observation, awareness of social problems, deep insight in to national and international politics and hatred organist ostentatiousness filed a due place in "Shokhi-e-Tahreer". Syed Muhammad Jafari's unveiled the political, and social evils in Pakistan. Variety of themes and comprehensiveness of through show a different clouring in his witty poetry. In this article his poetry presents a picture of political indecencies and social down fall.

Keywords: *Syed Muhammad Jafari, Urdu Poetry, Political evils, Social inequalities, Subtle Poetry, Reflection of Life.*

سید محمد جعفری کا اسلوب اردو میں طنزیہ شاعری میں الگ تھلگ اور منفرد ہے۔ سید محمد جعفری کا تنقیدی انداز ، مشاہدے کا گہرا احساس ، سماجی مسائل سے آگاہی ، قومی اور بین الاقوامی سیاست کی گہری بصیرت اور طنز انگیز شوخی ان کی کتاب ''شوخیٔ تحریر'' میں جگہ جگہ دکھائی دیتا ہے۔ سید محمد جعفری نے پاکستان میں سیاسی اور سماجی برائیوں سے پردہ اٹھایا۔ مختلف موضوعات اور جامعیت ان کی مزاحیہ شاعری میں ایک الگ رنگ دکھاتی ہے۔ اس مقالے میں ان کی شاعری سے سیاسی ابتری اور سماجی زوال کو پیش کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: سید محمد جعفری ، اردو شاعری ، سیاسی برائیاں ، سماجی ناہمواریاں ، طنزیہ شاعری ، عکسِ حیات۔

مزاح زندگی کا عکس ہے۔ ایک ایسا آئینہ جس میں اپنا چہرہ دیکھ کر اپنی بدصورتی کو دور کرتے ہیں اور معاشرتی ناہمواریوں کو ختم کر کے ایک صحت مند معاشرہ ترتیب دیتے ہیں۔ اُردو کی ظریفانہ شاعری میں سید محمد جعفری کا انداز اور لہجہ منفرد ہے۔ انھوں نے اُردو کی ظریفانہ شاعری کے فروغ میں بھرپور حصہ لیا، شوخیِ تحریر کا موضوعاتی مطالعہ کیا جائے تو سید محمد جعفری کا تنقیدی شعور، مشاہدے کی گہرائی و گیرائی، اخلاقی اقدار کی تنزلی، سماجی مسائل سے آگاہی، ملکی و بین الاقوامی سیاست پر گہری نظر اپنے حقیقی روپ میں سامنے آتے ہیں۔ سید محمد جعفری نے پاکستان میں سیاسی، سماجی اور معاشرتی بُرائیوں کو بے نقاب کیا۔

موضوعات اور خیالات کا تنوّع ان کی ظریفانہ شاعری میں الگ رنگ دِکھاتا ہے۔ ان کے ہاں ملکی سیاست کی بے اعتدالیوں اور سماجی پستی کی متحرک تصویریں نظر آتی ہیں۔

سید محمد جعفری ملکی سیاست پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ملکی سیاست کے حوالے سے ''کنونشن مسلم لیگ''، ''یو۔ این۔ او''، ''کیبنٹ مشن''، ''وزیر کا خواب''، ''الیکشن کا ساقی نامہ''، ''مثنوی زہر سیاست''،

---

[i] پرنسپل ، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین خان پور ، ضلع رحیم یار خان (Corresponding Author)

”نظام الدین کی برخاستگی “اور” الیکشن “جیسی نظمیں ان کے سیاسی شعور و ادراک کا پتہ دیتی ہیں۔ سید محمد جعفری پاکستان کے سیاست دانوں کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے۔

بہ قول انور مسعود:

> پاکستانی معاشرے میں پھیلی ہوئی ہوس پرستی، چور بازاری، دفتری کار گزاری اور ریاکاری کو بھی وہ خوب جانتے تھے۔......عالمی سیاست کے افق پر مغربی ممالک کی فتنہ پردازیوں کا بھی بھرپور ادراک رکھتے تھے اور ایشیائی ممالک میں برطانیہ اور امریکہ کی شر انگیزیوں اور ریشہ دوانیوں سے بھی پوری طرح آگاہ تھے۔[۱]

پاکستان سیاسی استحکام سے محروم رہا۔ سیاسی جماعتیں اقتدار کے لالچ میں اس کی بنیادیں کمزور کرتی رہیں اور دھڑے بندیوں میں تقسیم رہیں۔ اس سیاسی عدم استحکام اور دھڑے بندیوں پر سید محمد جعفری کو شدید دُکھ تھا۔ اِن کی نظم ”کنونشن مسلم لیگ“ سیاست دانوں کی ذاتی مفاد پرستی اور باہمی نفاق پر تنقید ہے:

اپنی اپنی ڈفلیاں ہیں اپنے اپنے راگ ہیں — چند اِن میں نیولے ہیں، چند اِن میں ناگ ہیں
چند اک ہیں ایلسیشن چند اک بل ڈاگ ہیں — جو مویشی لڑ رہے ہیں اُن کے منہ میں جھاگ ہیں
ایسٹ پاکستان ہے اور ویسٹ پاکستان ہے — قوم زندہ مگر اُس کے لبوں پر جان ہے [۲]

سید محمد جعفری سیاسی رہنماؤں کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے متفکر تھے کہ کہیں قوم کا شیرازہ نہ بکھر جائے اور ملک کے دشمن اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب نہ ہو جائیں، سید محمد جعفری کا خدشہ سچ ثابت ہوا سقوطِ ڈھاکا کا سانحہ پیش آیا اور ملک دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔

سید محمد جعفری نے سیاست دانوں کی بدعنوانیوں کا نقشہ خوب صورتی سے کھینچا ہے۔ ہر سیاست دان کی کوشش وزارت کے حصول پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ سیاست دانوں کی باطنی خواہشات کو نظم ”وزیر کا خواب“ کی صورت میں پیش کیا ہے:

میں نے اک دن خواب میں دیکھا کہ اک مجھ سا فقیر — گردشِ پیمانۂ امروز و فردا کا اسیر
گرچہ بالکل بے گنہ تھا ہو گیا لیکن وزیر — یعنی ایک جھونکا جو آیا بجھ گئی شمعِ ضمیر
مفت میں کوٹھی ملی موٹر ملی پی اے ملا — جب گیا پک نک پہ باہر ٹور کا ٹی اے ملا [۳]

جمہوری حکومت کے لیے الیکشن کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن پاکستان میں الیکشن کا ایک خاص مزاج ہے۔ الیکشن سے پہلے سیاسی جلسے، سیاسی رہنماؤں کی تقریریں، مختلف اشیا تقسیم کر کے اور پیسے کے بل

بوتے پر ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کو اپنی نظم "الیکشن" میں بیان کیا ہے:

اہلِ بصیرت اب نہیں دیکھیں گے کھوٹ کو — حاصل کریں گے لاکھ طریقوں سے ووٹ کو
پانی ہی کی طرح بہائیں گے نوٹ کو — روکیں گے زر کی ڈھال پے دشمن کی چوٹ کو
ووٹر کو بخشا جائے گا بھاری مشاہرہ — پھر جیت کی خوشی میں کریں گے مشاعرہ [۴]

سید محمد جعفری شوخیِ تحریر میں جا بجا سیاسی رہنماؤں پر تنقید کرتے نظر آتے ہیں۔ کہیں سیاست کے فتنوں کو موضوع بناتے ہیں تو کہیں مارشل لاء کی مذمت کرتے ہیں۔ کہیں کھلم کھلا اور کہیں علامتی انداز میں استعماری قوتوں پر تنقید کرتے ہیں۔ امریکا، اقوامِ متحدہ کی جانبدارانہ پالیسیوں اور خاص طور پر مسلمانوں سے غیر مساوی سلوک کو نہایت عمدگی سے اُجاگر کرتے ہیں۔ نظم "یو۔این۔او" میں اقوامِ متحدہ کے کردار کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ خاص طور پر کشمیر اور فلسطین کے معاملات میں ان کی یک طرفہ کارروائیاں قابلِ مذمت ہیں۔ امریکا اور برطانیہ کے ہاتھوں میں اس کی لگام ہے وہ اپنے مقاصد کے لیے جس طرح چاہیں اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اسی کی سرپرستی میں وہ کبھی ویت نام، کبھی افغانستان اور کبھی عراق کو اپنا ہدف بناتے ہیں اور کئی بے گناہ انسانوں کو لقمہ اجل بنا کر تیل پر قبضہ کرنے کے لیے اپنے مذموم مقاصد کو عملی جامہ پہناتے ہیں:

یو این او کے پیٹ میں سارے جہاں کا درد ہے — وعدۂ فردا پر ٹرخانے کے فن میں فرد ہے
گرچہ پٹواتا فلسطین میں خود اپنی نرد ہے — ایسی قوموں سے خفا ہے جن کی رنگت زرد ہے
کتنا اچھا فیصلہ کرتا رہا کشمیر کا — کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا [۵]

کشمیر کے مسئلے پر اقوامِ متحدہ کا ٹال مٹول کا رویہ اس ادارے کی پالیسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اقوامِ متحدہ کا ادارہ نام نہاد انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے فلسطین کو یہودیوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے فلسطین اور اسرائیل کے درمیان قتل و غارت عام ہے۔ سید محمد جعفری نے اقوامِ متحدہ پہ شدید طنز اور تنقید کی ہے۔ کشمیر کے مسئلہ پر یو۔این۔او کو ہدف تنقید بناتے ہیں:

ڈالیے اُس کے گذشتہ کارناموں پر نظر — وادیٔ کشمیر کے قبضہ کو ٹالا کس قدر
فیصلے کا وقت جب آیا تو بولا حیلہ گر — "لے تولوں سوتے میں اس کے پاؤں کا بوسہ مگر"
ایسی باتوں سے وہ "مہرو" بدگماں ہو جائے گا — یہ نہیں سوچا کہ بدنامِ جہاں ہو جائے گا [۶]

اقوامِ متحدہ کے بارے میں سید محمد جعفری کی نظم "یو۔این۔او" آفاقی نظم ہے جس کا ہر بند اس کی

حقیقت کو بیان کرتا ہے اور اس کی کارگزاری پر طنز بھی ہے۔

سیاسی بے اعتدالیوں کے علاوہ سید محمد جعفری نے معاشرتی ناہمواریوں پر بھی قلم اٹھایا معاشرتی تضادات، طبقاتی تفریق، دولت کی غیر مساویانہ تقسیم، سفارش، ملاوٹ، مہنگائی، رشوت، چور بازاری، مغربی طرزِ زندگی کی پیروی اور دیگر معاشرتی و سماجی موضوعات کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔

سفارش ہمارے معاشرتی نظام اور عدل و انصاف کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔ اقربا پروری، فرقہ واریت، لسانی و علاقائی عصبیت اور طبقاتی تفریق نے ہمارے معاشرتی نظام کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے، سید محمد جعفری کے نزدیک سفارش کی وجہ سے جاہل قابل جانا جاتا ہے اور قابل کو جاہل تصور کیا جاتا ہے۔ محنتی طالب علم اپنے حق سے محروم ہو جاتے ہیں اور نالائق عہدے اور منصب حاصل کر لیتے ہیں، سید محمد جعفری اپنی نظم "سفارش" میں اس سے پردہ اٹھاتے ہیں جس کے حصار میں معاشرے کے افراد حاکم و محکوم، رند و مولوی، منصف، مجرم، طالب علم، نیک و بد اور مختار و مجبور الجھے ہوئے ہیں:

تیری کج رفتاریاں ہیں روکشِ چرخِ کہن — دفتروں میں جا بجا دیکھا ہے تجھ کو خیمہ زن
حاکم و محکوم و رند و مولوی سے ہم سخن — دور ہے یزداں سے تو ساتھی ہے تیرا اہرمن
کھوٹے سکے جس میں ڈھلتے ہیں تو وہ ٹکسال ہے — رشوتیں گرتی ہیں آکر جس میں وہ رومال ہے [۷]

سید محمد جعفری کی نظم "ابلیس کی فریاد" معاشرتی حوالے سے دل چسپ اور اہم ہے۔ انسانوں کو بہکاتا ہے لیکن اس نظم میں ابلیس کی بے بسی کو موضوع بنایا ہے۔ انسان خیر و شر کا مرکب ہے۔ اگر شر غالب آ جائے تو پھر وہ شیطان کا پیروکار بن جاتا ہے۔ موجودہ دور کا انسان شیطانیت میں اس قدر آگے بڑھ گیا ہے کہ ابلیس اپنی شیطانیت کے باوجود دستِ بستہ محوِ فریاد ہے۔ اخلاقی اقدار کا خون، انسانی روایات کی تباہی، قتل و غارت، خود غرضی، خوشامد پسندی اور لوٹ مار میں انسان نے ابلیس کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ابلیس فریاد کناں ہے کہ مجھے اس انسان کے شر سے بچایا جائے۔ ابلیس ایٹم بم کی تباہی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہے:

معلوم نہ تھا نکلے گا میرا بھی استاد — مغرور تھا میں اس پہ کہ ہوں آگ کی اولاد
بے مثل تھا میں علم میں اور صاحبِ ایجاد — جو میں نے کہا جن و ملائک نے کیا یاد
ایٹم کا مگر بم جو ہے دے گا وہ گواہی — انسان نے دنیا میں مچائی ہے تباہی [۸]

سید محمد جعفری کے ہاں انسان کی درندہ صفتی، خون ریزی، فرقہ پرستی، قتل و غارت ظلم و ناانصافی جیسی معاشرتی خرابیوں کی متحرک تصویریں نظر آتی ہیں۔

سید محمد جعفری نے چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی کو شیطانی عمل سے تعبیر کیا ہے۔ یہ ہمارا معاشرتی المیہ ہے۔ ان تجارت پیشہ چوروں نے معاشرے کو غربت اور تباہی کے علاوہ کچھ نہیں دیا۔ سید محمد جعفری نظم "چور بازاری" میں ان لٹیروں کو ہدف تنقید بناتے ہیں:

ملک و ملّت کے یہ دشمن یہ تجارت پیشہ چور　　یہ لٹیرے جیب کترے، راہزن مُردار خور
یہ گرانی، نفع خوری، چور بازاری کا شور　　یہ ضرورت مند گاہک کا لہو پینا بزور
ہر مزہ امپورٹ کے لائسنس کی محفل میں ہے　　"فتنۂ شورِ قیامت کس کی آب و گل میں ہے" ۹

سید محمد جعفری معاشرتی خرابیوں کا خاتمہ چاہتے ہیں تاکہ لوگ سکون سے زندگی بسر کر سکیں۔ سید محمد جعفری کی دو نظمیں "قحطِ بنگال" معاشرتی بدحالی، سماجی ابتری اور صاحبانِ اقتدار کی بے حسی کی آئینہ دار ہیں۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران قحطِ بنگال کی متعدد وجوہ تھیں۔ انگریزی حکومت قحط پیدا کرنے کی ذمہ دار تھی، ملک سے غلّہ باہر جا رہا تھا اور لوگ فاقوں سے مر رہے تھے۔ عرصے تک حکامِ بالا اسی پر غور کرتے رہے کہ بنگال میں قحط رونما ہوا ہے یا نہیں۔ قحط کی خبروں پر سنسر بٹھا دیا گیا تھا۔ اخباروں کو تہدید کر دی گئی کہ قحط کے بارے میں حکومت کے ناموافق خبریں شائع کیں تو ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی وزیرِ ہند لارڈ ایمری نے بیان دیا تھا کہ ہندوستان کی آبادی یکایک بڑھ گئی ہے اور خوراک کم ہے، اس لیے قحط پڑا ہے۔ جب لاکھوں آدمی مرنے لگے تو وائسرے ہند لارڈ ڈیول خود کلکتہ گئے۔ سنا گیا ہے کہ گھوڑدوڑ کے لیے گھوڑے ویگنوں میں کلکتہ بھیجے گئے تھے مگر ڈھاکہ اور گردونواح میں ہزاروں ٹن غلّہ ذخیرہ گاہوں میں پڑا تھا۔ لیکن اس غلّے کو کلکتہ کے بھوک سے مرنے والے انسانوں تک پہنچانے کے لیے حکومت ریلوے ویگن مہیا کرنے سے قاصر تھی۔ یہ دو نظمیں اُس وقت لکھی گئیں جب لارڈ ڈیول کلکتہ گئے تھے۔ پہلی نظم میں سید محمد جعفری اہلِ بنگال کی ناگفتہ بہ حالتِ زار کو بیان کرتے ہیں:

حجلۂ عصمت کی رہنے والیاں ہیں دربدر　　بیچتی ہیں ذرّہ خوراک کے بدلے پسر
دُودھ کے قطروں کے بدلے بک گئے لعل و گہر　　اُف یہ محتاجی کہ ان چیزوں کی توقیر اس قدر
ذرّہ صحرا دست گاہ و قطرہ دریا آشنا[۱۰]

دوسری نظم میں سید محمد جعفری لارڈ ڈیول اور ایمری پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

لارڈ ڈیول دیوتا ہیں، ایمری صاحب ملک　　وہ ہیں بالائے فلک اور قحط ہے زیرِ فلک
اس کو پہچانیں گے کیا دیکھی نہ ہو جس کی جھلک　　"بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک"

''ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا''[11]

سید محمد جعفری معاشرتی اور سیاسی مسائل کو اپنی شاعری کا موضوع بناتے ہیں اور ان کو ظریفانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔

بہ قول ڈاکٹر انور سدید:

> سید محمد جعفری کا مزاج سیاست کی بے اعتدالیوں اور معاشرتی ناہمواریوں کی مجموعی صورت سے جنم لیتا ہے ان کا گہرا مشاہدہ موضوع کے باطن سے ناہمواری تلاش کرتا اور اس کی مضحک صورت خندہ خیال سے آشکار کر دیتا ہے۔[12]

سماجی اور معاشرتی تضاد کے حوالے سے سید محمد جعفری کی نظم ''پرانا کوٹ'' نہایت اہم ہے اس نظم میں غربت کے ساتھ ساتھ معاشرتی ریاکاری، غلامانہ سوچ اور ظاہر داری کو نہایت شوخی سے بیان کیا ہے۔ ہمارے معاشرے کا بڑا طبقہ انگریزوں کی اُترن پہننے پر خود کو مجبور بھی پاتا ہے اور اس پر خوش بھی ہوتا ہے، جب کہ بعض لوگ اس پرانے کوٹ کو ریاکارانہ طور پر اپنے جھوٹی شان و شوکت اور احساسِ کمتری کو دُور کرنے کے لیے بھی پہنتے ہیں۔ یہ لوگ اس کوٹ میں اپنی اصلیت کو چھپا کر مصنوعی روپ دھارتے ہیں۔ یہ نظم معاشرتی دورنگی اور ریاکاری پر نہایت عمدہ طنز ہے:

بڑا بزرگ ہے یہ آزمودہ کار ہے یہ　　کسی مرے ہوئے گورے کی یادگار ہے یہ
جگہ جگہ یہ پھرا مثلِ مار کو پولو　　یہ کوٹ کوٹوں کا لیڈر ہے اس کی جے بولو
بڑا بزرگ ہے یہ گو قلیل قیمت ہے　　میاں بزرگوں کا سایہ بڑا غنیمت ہے[13]

سید محمد جعفری معاشرتی حقیقتوں کے شاعر ہیں انھیں جہاں معاشرتی ناہمواریاں نظر آتی ہیں وہ ان خرابیوں کو بیان کرتے ہیں۔ ان کی نظم ''کھڑا ڈنر'' بھی ہماری ان معاشرتی برائیوں کا مضحکہ اڑایا گیا ہے۔ کھڑا ڈنر مغرب کی پیروی کے نتیجے میں ہماری معاشرتی روایات کا حصہ بنا ہے۔ مغرب کی تقلید میں ہماری دعوتوں میں کھڑے ہو کر کھانے کا رواج ہے۔ ان دعوتوں میں افراتفری اور ہنگامہ آرائی دیکھنے میں آتی ہے۔ سید محمد جعفری نے شگفتہ انداز میں اس بد تہذیبی، افراتفری اور دعوت میں بلائے گئے لوگوں کی ہوس ناکی کو بیان کیا ہے:

تھی ایک مرغ کی ٹانگ اور رقیب لے بھاگا　　مرا نصیب بھی جاگا یہ دلیر میں جاگا
کباب اٹھایا تو اس میں لپٹ گیا دھاگا　　ڈنر یہ کیا کہ نہ پیچھا ہے جس کا نے آگا

یہ کیا خبر تھی میں آیا تھا جب ڈنر کھانے | ''حقیقتوں کو سنبھالے ہوئے ہیں افسانے'' [۱۴]

ہماری معاشرتی اور سماجی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو سید محمد جعفری کے احاطہ تحریر میں نہ آیا ہو۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی ہو یا اشیائے خورونوش کی مصنوعی قلّت، لاقانونیت ہو یا لالچ، بے عملی ہو یا سماجی بندھنوں سے آزادی، ان معاشرتی ناسوروں نے ہمارے معاشرتی نظام کو تہ و بالا کرکے رکھ دیا ہے۔ سید محمد جعفری اپنی نظم ''جنت'' میں ان خرابیوں کا ذکر کرتے ہیں اور مسلمانوں کی بے عملی پر خوب طنز کرتے ہیں:

ہمیں جو تائید غیب حاصل ہے اس پہ ہوتا تو ہے گزارہ | کہیں سے آئی ہے ایڈ جب بھی تو بڑھ کے مومن نے ہاتھ مارا
جو کچھ بھی لینا تھا لے اُڑا وہ گرچہ رضواں بہت پکارا | کہ ایڈ لیتے ہو تم تو محنت بھی خود کرو کچھ نہ کچھ خدارا
جو دودھ اور شہد کی ہیں نہریں اور اُن کے دونوں جو ہیں کنارے | اُنہی پہ دن رات بیٹھے رہتے ہیں مردِ مومن جو ہیں بیچارے [۱۵]

سید محمد جعفری مسلمانوں کی بے عملی کو دیکھ کر ان کو محبت کا درس دیتے ہیں۔ کیوں کہ بغیر محنت کے زندگی باوقار طریقے سے بسر نہیں کی جاسکتی یہی معاشرتی شعور ان کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ ان کی خوبی ہے کہ معاشرتی خرابیوں کو ظریفانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔

ہڑتالیں ہماری معاشرتی اور سماجی زندگی کو براہِ راست متاثر کرتی ہیں۔ اپنے مطالبات منوانے کا سب سے بڑا موثر حربہ ہڑتال کو سمجھا جاتا ہے۔ فیکٹریوں، کارخانوں، سکولوں اور کالجوں کو بند کروا دیا جاتا ہے۔ کبھی ٹریفک کے اشاروں کو توڑا جاتا ہے تو کبھی سڑکوں پر ٹائر جلائے جاتے ہیں۔ کبھی گاڑیوں کو نذرِ آتش کر دیا جاتا ہے تو کبھی ملکی املاک کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ کبھی ڈاکٹر ہڑتال کرتے ہیں تو کبھی اساتذہ، کبھی تاجر ہڑتال کرتے ہیں تو کبھی ٹرانسپورٹرز، کبھی فیکٹریوں کے مزدور ہڑتال کرتے ہیں تو کبھی کلرک، غرض کہ ہڑتالوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ہماری معاشرتی و سماجی زندگی متاثر ہوتی رہتی ہے۔ سید محمد جعفری نے ہمارے ہاں ہونے والی ہڑتالوں کو موضوع بنایا ہے:

گوشت خوری کے لیے ملک میں مشہور ہیں ہم | جب سے ہڑتال ہے قصابوں کی مجبور ہیں ہم
چار ہفتے ہوئے قیمے سے بھی مہجور ہیں ہم | ''نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم''
''اے خدا شکوۂ اربابِ وفا بھی سن لے'' | خوگر گوشت سے سبزی کا گلہ بھی سن لے
سرِ محفل مجھے کہتے ہوئے آتا ہے حجاب | کہ خفا گردن بُز سے ہوئی تیغِ قصاب
گوشت ملتا نہ تھا آلو کے بنائے ہیں کباب | مُرغ و ماہی ہوئے منڈی میں بھی اتنے کمیاب
جلد پہنچا جو وہاں چل دیا مُرغا لے کر | ''آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر'' [۱۶]

سید محمد جعفری نے نظم ''بھنگیوں کی ہڑتال'' ظریفانہ انداز میں پیش کی ہے۔ جس وقت بلدیہ کے

ملازمین نے دہلی میں ہڑتال کر دی تھی۔ پولیس نے مداخلت کی تو ایک مہترانی نے پولیس کانسٹیبل کو چاندنی چوک میں جھاڑو سے مارا۔ سید محمد جعفری نے واقعے کو ظریفانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ بلدیہ کے ملازمین ہڑتال کر دیں تو گندگی کے ڈھیر جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ رفعِ حاجت نہ ہو سکے تو معاملہ سنگین ہو جاتا ہے۔ سید محمد جعفری نے ان حالات و واقعات کو عمدگی سے بیان کیا ہے:

بھنگیوں کی آج کل ہڑتال ہے　　کھتر و مہتر کا پتلا حال ہے
پیٹ پکڑے پھر رہے ہیں سیٹھ جی　　جیسے دھوتی میں بہت سامال ہے
شہر میں پھینکا گیا ہے گیس بم　　جس کو دیکھو ناک پر رومال ہے
ہر گلی کوچے کی اپنی جھیل ہے　　ہر جگہ دہلی میں نینی تال ہے
بلدیہ کے رکن مہتر کو نہ چھیڑ　　جنسِ رسوائی کا وہ دلال ہے
مہتروں کے سامنے عاجز ہے آج　　خواہ دولت مند یا کنگال ہے [۱۷]

سید محمد جعفری ایک عرصہ تک کراچی میں مقیم رہے ہیں کراچی کی زندگی سے اچھی طرح واقف تھے۔ کراچی کو کئی مسائل کا سامنا تھا۔ انھوں نے کراچی کے مختلف مسائل کو ظریفانہ انداز میں کیا ہے۔

سید محمد جعفری کی نظم "کراچی کا ٹریفک" ٹریفک کے مسائل پر مبنی ہے۔ یہاں ٹریفک کے قوانین کی پابندی کرنے والا کوئی نہیں۔ ہر طرف کاریں، بسیں، گدھا گاڑی اور اونٹ گاڑی رواں دواں ہے لیکن افراتفری کا دور دورہ ہے۔ کہیں تو اس نظام کو بہتر بنانے کے لیے ٹریفک کے اشاروں کو سمجھانے کا سلسلہ جاری ہے تو کہیں ٹریفک پولیس والا کسی گاڑی والے سے الجھا ہوا ہے لیکن نتائج برآمد نہ ہو سکے:

ایک ہفتہ بھی ٹریفک کا منائے گی پولیس　　جادہ پیمائی کے آداب سکھائے گی پولیس
اِک گدھا شہر میں سے چُن جو لائے گی پولیس　　اُس کو ہر طرح سے انسان بنائے گی پولیس
ہفتہ بھر بعد وہ ہو جائے گا پہلا سا گدھا　　لاکھ سر مارا مگر کچھ نہیں سیکھا نہ پڑھا [۱۸]

کراچی کے ساحلِ سمندر پر واقع ہونے کی وجہ سے عام طور پر یہاں بارشوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے مختلف مسائل جنم لیتے ہیں اکثر کراچی میں معاشرتی زندگی مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔ بارش کے بعد بجلی والے، ٹیلی فون والے، سیاسی لیڈر اور بلدیہ والے سرگرم ہوتے ہیں۔ ان کے اس طرزِ عمل کو اپنی نظم "کراچی میں بارش" میں ظریفانہ انداز میں بیان کیا ہے:

تو اگر چاہے تو برپا نوح کا طوفاں ہو جائے　　جھونپڑی والوں پہ پھر شامِ غریباں ہو جائے

اور امداد کے فنڈ آنے کا ساماں ہو جائے — گھر میں لیڈر کے لیے گھی کا چراغاں ہو جائے
تاکہ وہ جھگّی نشینوں کو پھر آباد کریں — اس طرح اُن کی بھی اور اپنی بھی امداد کریں
بلدیہ والے پھر آئیں گے بچانے کے لیے — راستہ پانی کو بہنے کا دکھانے کے لیے
شاہراہوں کو سلیقے سے بنانے کے لیے — ''مین ہول'' ان میں ہوں طوفان اٹھانے کے لیے
پانی بہتے ہوئے سڑکوں پہ دکھاتا ہے یہ رنگ — ''دامِ ہر موج میں ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ'' [۱۹]

سید محمد جعفری ریل کے سفر کی روداد کو بھی ظریفانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ریلوے اسٹیشن پر کھانے پینے کی چیزوں کی عدم دستیابی ہوتی ہے، سفر کے دوران ریت اور مٹی منہ پر پڑتی ہے۔ سید محمد جعفری اپنی نظام ''کراچی سے لاہور بذریعہ تیز گام'' میں کہتے ہیں:

ریت میں لپٹے ہوئے سندھ کے نالے دیکھے — اور زراعت کے جو نکلے تھے دوالے دیکھے
ہم سفر کھڑکیوں سے منھ کو نکالے دیکھے — ریت اور گرد کی تہہ چہروں پہ ڈالے دیکھے
قیس گر سندھ میں ہوتا تو بہت ہی فٹ تھا — جو بھی صحرا نظر آیا مجھے وَن یونٹ تھا [۲۰]

ریل کے سفر کے ساتھ ساتھ بس کے سفر کا حال بھی سید محمد جعفری ظریفانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اپنی نظم ''بس کا سفر'' میں بس میں ہجوم کی جو صورت ہوتی ہے اور اگر کسی جگہ رُک جائے تو چلنا محال ہوتا ہے۔ اس کیفیت کا خوب صورت نقشہ کھینچا گیا ہے:

یہ بس وہ ہے کہ بس ہو جائے جب موٹر تو بنتی ہے — سڑک پر روٹھ جائے تو بڑی مشکل سے بنتی ہے
یہ اکثر بیٹھنے والوں کے دھکوں سے کھسکتی ہے — کبھی کشتی میں دریا ہے کبھی دریا میں کشتی ہے
غبار اور گرد کا اور تیل کی بو کا خزینہ ہے — یہ موٹر کار اور ''گڈّے'' کی اولادِ نرینہ ہے
سماتے ہیں پھر اس میں ٹھس کے یوں بے لطف و آسائش — نہیں رہتی ہے نالوں کے نکلنے کی بھی گنجائش
بسوں کی چھت پر لاد کر دودھ کے برتن جو آتے ہیں — سروں پر شیر کا بارانِ رحمت وہ گراتے ہیں
پڑا ہوگا بسوں میں آپ کو ایسوں سے بھی پالا — اُٹھی کھجلی تو اپنے ساتھ ساتھی کو کھجا ڈالا [۲۱]

کراچی کو جہاں کئی مسائل کا سامنا ہے ان میں سے ایک مچھر بھی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے یہاں مچھروں کی نمائش ہے۔ ان پر کسی دوائی کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ چھوٹے، موٹے، بڑے اور کھرے کئی قسم کے مچھروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اپنی نظم ''کراچی کے مچھر'' میں سید محمد جعفری لکھتے ہیں:

اے کراچی غیر ملکوں سے جو مچھر آئے ہیں — کیسے کیسے تو نے اُن کے دادرے سنوائے ہیں
رات کو سوتے میں وہ کانوں پہ جب منڈلاتے ہیں — اپنے ہی ہاتھوں سے تھپڑ اپنے مونہہ پر کھاتے ہیں

اُن کو رشوت بھی اگر دے دیں نہ باز آئیں گے وہ   کاٹ کر چیکے سے تاریکی میں اُڑ جائیں گے وہ [۲۲]

کراچی میں لگنے والی صنعتی نمائش بھی اس شہر کی پہچان ہے۔ یہاں پر دست کاری اور ہنر مندی کے شہ پارے نظر آتے ہیں۔ سید محمد جعفری اپنی نظم "کراچی کی صنعتی نمائش" میں لکھتے ہیں:

یہ نمائش یہ گزر گاہِ مہ و مہر و نجوم   شعبہ صنعت و حرفت کے مچائے ہوئے دھوم
بر بطِ دل پہ برستے ہوئے نغموں کا ہجوم   اہلِ ذوق آئیں تو جنت سے نہ ہوں گے محروم
جو کراچی میں نمائش کا سماں دیکھے گا   صرف چھے آنے میں عمرِ گزراں دیکھے گا [۲۳]

سید محمد جعفری کی شاعری میں موضوعات کا تنوع موجود ہے۔ انھیں جہاں بھی سیاسی، سماجی اور معاشرتی ناہمواریاں نظر آئیں وہ اس کو احاطہ تحریر میں لے آئے۔ ان مسائل کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ان کی اصلاح ہو سکے اور ایک صحت مند معاشرے کا قیام عمل میں آئے۔

حوالہ جات

۱۔ انور مسعود، شاخِ تبسم (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ۱۵۔
۲۔ سید محمد جعفری، کلیاتِ سید محمد جعفری (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء)، ۶۰۔
۳۔ ایضاً، ۷۷۔
۴۔ ایضاً، ۱۶۶۔
۵۔ ایضاً، ۶۱۔
۶۔ ایضاً، ۶۱۔
۷۔ ایضاً، ۱۴۴۔
۸۔ ایضاً، ۱۴۶۔
۹۔ ایضاً، ۹۲۔
۱۰۔ ایضاً، ۱۵۱۔
۱۱۔ ایضاً، ۱۵۳۔
۱۲۔ ڈاکٹر انور سدید، اُردو ادب کی مختصر تاریخ (لاہور: عزیز بک ڈپو، سن ندارد)، ۵۹۵۔
۱۳۔ سید محمد جعفری، کلیاتِ سید محمد جعفری، ۱۳۷-۱۳۸۔
۱۴۔ ایضاً، ۱۹۴۔
۱۵۔ ایضاً، ۲۱۰۔
۱۶۔ ایضاً، ۱۰۴-۱۰۵۔
۱۷۔ ایضاً، ۱۲۶-۱۲۷۔
۱۸۔ ایضاً، ۱۰۸۔
۱۹۔ ایضاً، ۱۵۵-۱۵۶۔
۲۰۔ ایضاً، ۸۹۔
۲۱۔ ایضاً، ۳۱۶-۳۱۷۔
۲۲۔ ایضاً، ۲۷۲۔
۲۳۔ ایضاً، ۱۸۴۔